دینی مدارس میں اصولِ فقہ اور قواعدِ فقہ کی تعلیم

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

کسی بھی قانون میں اُصول قانون کو ایک خاص اہمیت حاصل ہوتی ہے' کیوں کہ قانونی جزئیات وتفصیلات وقت اور حالات کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہیں' لیکن اصول کو ثبات واستمرار اور بقاء ودوام حاصل ہوتا ہے' اللہ جزائے خیر دے ہمارے سلف صالحین کو' کہ انہوں نے فقہ اسلامی کے اصول کو مرتب ومنقح کرنے میں اتنی دیدہ وری وژرف نگاہی سے کام لیا کہ تاریخ قانون میں شاید ہی اس کی مثال مل سکے' یہاں تک کہ مستشرقین بھی اس بات کے معترف ہیں کہ اُصول فقہ اور بین الملکی قوانین (جن کو فقہ اسلامی میں "قانون سیر" کہا جاتا ہے) کی ترتیب وتدوین میں فقہاء اسلام کو اولیت کا شرف حاصل ہے۔

علوم اسلامی میں "اُصولِ فقہ" کی تدریس کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے' کیوں کہ اس فن کا تعلق صرف فقہ ہی سے نہیں' بلکہ کتاب اللہ سے بھی ہے' حدیث سے بھی ہے' اور ایک گونہ عقیدہ وکلام سے بھی' اسی لیے دینی مدارس وجامعات میں اس موضوع کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے' اور اُصول فقہ کی متعدد کتابیں داخل درس کی گئی ہیں'...... تاہم مدارس اسلامیہ میں اصول فقہ کی تدریس کے مسئلہ پر گفتگو کرنے کے لیے بہ طور تمہید کے دو نکات کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے' اول ان مضامین کی جو اس فن میں زیر بحث آتے ہیں' دوسرے ان مناہج کی جو مصنفین نے اس فن کی ترتیب وتوضیح میں اختیار کیا ہے۔

اصولِ فقہ کے مباحث :اُصول فقہ میں جو مباحث آتے ہیں' ان کو بنیادی طور پر پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱) "حاکم" یعنی حکم دینا اور حلال وحرام کرنا کس کا حق ہے؟ یہ بات تو ظاہر ہے کہ شریعت اسلامی میں حکم کا اصل سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات والاصفات ہے: ﴿ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ﴾ (یوسف:۶۷)' ﴿ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ ﴾ (انعام:۶۲)' ﴿ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ﴾ (اعراف:۵۴)' لیکن ایک بحث فقہاء اور متکلمین کے یہاں یہ آتی ہے کہ کسی شی کا حکم متعین کرنے میں عقل کا کیا مقام ہے؟ اور اس سلسلے میں اشاعرہ' ماتریدیہ اور معتزلہ کے درمیان جو مشہور اختلاف ہے' آپ حضرات اس سے بخوبی واقف ہیں۔ اس لیے یہ بحث بیک وقت فقہ اور علم کلام دونوں سے مربوط ہے' اور اسی لیے اس میں فقہ کے مختلف مکاتب فقہ کے بجائے' علم کلام کے مختلف مکاتب کے درمیان اختلاف زیادہ اُبھر کر سامنے آیا ہے۔

۲) دوسری بحث ''حکم شرعی'' کی آتی ہے' چاہے حکم تکلیفی ہو یا حکم وضعی' حکم کا بنیادی مقصد بندوں سے صادر ہونے والے افعال کے وصف شرعی' حلال وحرام' مباح ومکروہ وغیرہ کو ظاہر کرنا ہے' اور ہر مسلمان اپنی عملی زندگی میں اس کی واقفیت حاصل کرنے کا زیادہ ضرورت مند ہوتا ہے۔

۳) "أدلة الأحكام" ...... یہ اُصول فقہ کی سب سے اہم بحث ہے' جسے ''ادلہ شرعیہ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے' اس میں چار ادلہ' کتاب اللہ' سنت رسول ﷺ' اجماع اور قیاس متفق علیہ ہیں' آٹھ کے بارے میں معتبر ہونے یا نہ ہونے میں فی الجملہ اختلاف پایا جاتا ہے' وہ یہ ہیں: ''قول صحابی' شرائع ماقبل' استحسان' مصالح مرسلہ' سد ذرائع' استصحاب' عرف وعادات' تعامل اہل مدینہ'' چوں کہ یہی مصادر تمام احکام شرعیہ کے لیے ماخذ ہیں' اس لیے اصول فقہ میں اس باب کو جو اہمیت حاصل ہے' وہ ظاہر ہے۔

۴) ''مقاصد ومدارج احکام'' مقاصد سے مراد احکام شرعیہ کے عمومی مقاصد خمسہ' حفظ دین' حفظ نفس' حفظ نسل' حفظ مال اور حفظ عقل ہیں' اور مدارج سے مراد اہمیت کے اعتبار سے احکام کے مدارج یعنی ضرورت وحاجت اور تحسین ہے' جسے بعض اہل علم نے تین کے بجائے پانچ اور بعض نے ہر درجہ کے ساتھ ایک مُکَمِّل کا اضافہ کرکے چھ درجات مقرر کیے ہیں' اصول فقہ کا یہ حصہ نہایت اہم ہے' اور مجتہد کے لیے اجتہاد واستنباط کے حدود اربعہ کو متعین کرتا ہے' لیکن کم ہی مصنفین نے اس موضوع پر گفتگو کی ہے۔

۵) "دلالت الكلام" ...... دین کا اصل ماخذ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی یہ امانت عربی زبان میں محفوظ ہے' اس لیے جو شخص احکام شرعیہ کا استنباط کرنا چاہتا ہو' اس کے لیے عربی زبان اور اس کے اسالیب تعبیر سے واقف ہونا ضروری ہے' مثلاً یہ کہ امر کی دلالت وجوب پر ہوتی ہے یا استحباب واباحت پر؟ نہی کا صیغہ کب تحریم کیلئے آتا ہے اور کب بطور ارشاد کے وارد ہوتا ہے؟ عام اور مطلق کی دلالت اپنے افراد پر قطعی ہوتی ہے' یا وہ بیان کا محتاج ہوتا ہے؟ ''و'' صرف جمع کیلئے ہے' یا جمع وترتیب دونوں کے لیے ہے؟ ''ب' ف' ثم' الیٰ' حتیٰ اور من'' یہ کلمات کب کن معنوں میں استعمال ہوتے ہیں؟ وغیرہ ان تمام مباحث کا تعلق اصل میں عربی زبان کے قواعد سے ہے' لیکن چوں کہ کتاب وسنت کی زبان بھی عربی ہی ہے' اس لیے یہ موضوعات اصول فقہ کا بھی اہم حصہ ہیں' بلکہ علامہ بزدویؒ اور سرخسیؒ وغیرہ کی ترتیب میں کتاب کا ابتدائی بڑا حصہ اسی بحث پر مشتمل ہے۔

منہجِ تالیف :

اصول فقہ کے موضوع پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں' وہ طریقہ تالیف اور ترتیب کے لحاظ سے تین طرح کی ہیں: ایک "طريق الشافعية" جس کو "طريق متكلمين" بھی کہتے ہیں' دوسرے "طريق الحنفية" جس کو "طريق الفقهاء" بھی کہتے ہیں' اور تیسرے "جامع بين الطريقين"۔

متکلمین، مالکیہ اور شوافع کے یہاں اصولی مسائل کی توضیح کا اسلوب یہ ہے کہ وہ نفس قواعد کو ذکر کرتے ہیں، اس کی حدود و قیود بیان کرتے ہیں، اور اس پر دلائل قائم کرتے ہیں، فروع وجزئیات پر اس کی تطبیق کا التزام نہیں کرتے، امام غزالیؒ (م:۵۰۵ھ) کی "المستصفی" علامہ آمدیؒ (م:۶۳۱ھ) کی "الإحکام" اور قاضی بیضاویؒ (م:۶۸۵ھ) کی "المنہاج" اس سلسلہ کی اہم کتابیں سمجھی جاتی ہیں۔

فقہاء حنفیہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے ائمہ کے مجتہدات کو سامنے رکھ کر اُصول وقواعد وضع کرتے ہیں، اور ان قواعد کو ذکر کرتے ہوئے ان کی تفریعات کو نقل کرتے ہیں، اور اُصول وفروع کے ارتباط پر زیادہ توجہ دیتے ہیں، اس لیے شوافع کے یہاں اُصول اور ان کے دلائل پر زیادہ زور ہوتا ہے، اور احناف کے یہاں اُصول اور فروع سے ان کے ارتباط پر، اس طریقہ پر لکھی جانے والی کتابوں میں قاضی ابوزید دبوسیؒ (م:۴۳۰ھ) کی "تقویم الأدلۃ" فخر الاسلام بزدویؒ (م:۴۸۲ھ) کی ''اُصول''، شمس الأئمہ ابوبکر سرخسیؒ (م:۴۹۰ھ) کی ''اُصول''، اور بعد کے علماء میں علامہ حافظ الدین نسفیؒ (م:۷۱۰ھ) کی "کتاب المنار" ''بنیادی کتابیں سمجھی جاتی ہیں۔

بعد میں کچھ اہل علم نے ان دونوں طریق کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے، اور اس حیثیت سے علامہ مظفر الدین بغدادی حنفی المعروف بابن ساعاتی (م:۶۹۴ھ) کی "بدیع النظام" جو آمدی کی "الإحکام" اور فخر الاسلام بزدوی کی "اُصول" کو جامع ہے، صدر الشریعہ کی "التوضیح" علامہ ابن ہمام کی "التحریر" اور علامہ تاج الدین سبکی کی "جمع الجوامع" اور ان کتابوں کی شروح اہم سمجھی جاتی ہیں اور اسی سلسلہ کی ایک کڑی ملا محب اللہ بن عبدالشکور (م:۱۱۱۹ھ) کی "مسلّم الثبوت" ہے۔

دینی مدارس میں داخل نصاب اُصولِ فقہ کی کتابوں پر ایک نظر

اس تمہید کی روشنی میں دینی مدارس و جامعات میں داخل درس اُصولِ فقہ کے مضمون پر دو جہتوں سے غور کرنے کی ضرورت ہے، اول ان کتابوں پر جو داخل نصاب ہیں، دوسرے اس کے مضمون کے طریقۂ تعلیم پر۔

جہاں تک کتابوں کی بات ہے تو عام طور پر تین کتابیں اُصولِ فقہ میں پڑھائی جاتی ہیں: ''اُصول الشاشی، نور الأنوار اور حسامی''۔

اُصول الشاشی

اصحابِ تحقیق کی رائے ہے کہ اسحاق بن ابراہیم شاشی سمرقندی (متوفی:۳۲۵ھ) کی تالیف ہے، یہ کتاب بڑی تقطیع سے ۱۰۷ صفحات پر مشتمل ہے، اس کتاب میں بڑا حصہ دلالت کلام سے متعلق مباحث پر مشتمل ہے، جو ابتدائی کتاب سے صفحہ: ۶۷ تک پر محیط ہے، حاکم اور مقاصدِ احکام کے مباحث سے اس کتاب میں تعرض نہیں کیا گیا ہے، ادلہ شرعیہ میں کتاب و سنت اور اجماع وقیاس کی بحثیں ہیں، اس طرح یہ کتاب اُصولِ فقہ کے تمام مباحث کو جامع نہیں ہے، اور طلبہ کو مضمون سے مانوس کرنے کے لیے پڑھائی جاتی ہے، ایک دشواری یہ بھی ہے کہ اس کتاب کی ابتدائی بحثیں طلبہ کے لیے نسبتاً دشوار ہوتی ہیں۔

نورالانوار

یہ ایک ہندوستانی عالم ملاجیون کی تالیف ہے' علامہ نسفی کی " منار " پر مبسوط ومفصل شرح ہے' اور موجودہ بعض مطبوعہ بڑی تقطیع سے ۳۱۸ صفحات پر مشتمل ہے' اس کتاب میں بھی حاکم اور احکام شریعت کے مقاصد ومدارج کا ذکر نہیں ہے' البتہ قیاس اور استحسان کے مباحث بالتفصیل مذکور ہیں' لیکن کتاب کا ابتدائی نصف حصہ (اور زیادہ تر اسی کا درس ہوتا ہے) ''دلالت کلام'' کی بحثوں اور اس پر تفریعات سے متعلق ہیں' مختلف فیہ ادلہ شرعیہ ''قول صحابی' شرائع ماقبل' استصحاب' عرف' تعامل اہل مدینہ' سد ذرائع وغیرہ' پر بحث نہیں کی گئی' اس کے ساتھ ساتھ شارح نے متن کی عبارت کو حل کرنے اور اس سلسلے میں لفظی موشگافیوں' نیز دخل اور دفع دخل میں اتنی زیادہ کاوش کی ہے' جو مصنف کے گہرے علم کی دلیل تو ضروری ہے' لیکن طالب علم کی توجہ کو اصل فن سے ہٹا دیتی ہے۔

حسامی

''حسامی'' شیخ محمد بن محمد بن عمر اخسیکثی کی تالیف ہے' یہ اُصول فقہ کا عظیم الشان متن متین ہے' اور ترتیب وہی ہے جو بزدویؒ اور سرخسیؒ وغیرہ کی ہے' اور مباحث بھی قریب قریب وہی ہیں' جو'' منار'' اور ''نورالانوار'' کے سلسلہ میں مذکور ہوئے ہیں' البتہ اس میں قیاس واستحسان پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے اور بعض وہ اُصول جس کے دوسرے فقہاء قائل ہیں' احناف قائل نہیں' اور ان کا تعلق دلالت کلام سے ہے' کو وجوہ فاسدہ کے عنوان سے بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے' چوں کہ اُصول فقہ میں نقد کی بعض بحثیں فن مناظرہ سے متعلق ہیں' اس لیے ''نورالانوار'' اور'' حسامی'' دونوں ہی کتابوں میں ان مباحث کا بھی قابل لحاظ حصہ ہے' لیکن اس کتاب (حسامی) میں'' ایجاز واغلاق'' اس درجہ ہے کہ اس کو فقہ اور اُصول فقہ پر لکھی گئی مغلق ترین کتابوں میں شمار کرنا بے جا نہ ہوگا؟ اس لیے ایک تو اکثر مدارس میں یہ کتاب مکمل نہیں ہو پاتی' دوسرے دقت تعبیر کی وجہ سے اساتذہ وطلبہ کی محنت کا بڑا حصہ فن کی گہرائیوں میں غواصی کے بجائے حل عبارت میں صرف ہو جاتا ہے' اگر حسامی کو نصاب میں وہاں سے رکھا جائے جہاں سے کتاب اللہ کی بحث ختم ہوتی ہے' اور پھر ختم کتاب تک پڑھا دیا جائے' تو بہت مناسب ہوگا' تا کہ قیاس' استحسان' عوارض اہلیت وغیرہ کی بحثیں تفصیل سے آجائیں' پھر موقع ہو تو ابتداء سے پڑھایا جائے۔

بعض مدارس میں فضیلت کے بعد اُصول بزدوی پڑھائی جاتی ہے' اور بعض میں'' التوضیح والتلویح''. یہ فن کی اہم کتابوں میں ہیں؛ لیکن بحیثیت مجموعی قابل توجہ امر یہ ہے کہ ان کتابوں میں صرف فقہاء احناف کے اُصول کو پیش نظر رکھا گیا ہے' جیسے ہم ہدایہ پڑھتے ہوئے مختلف دبستان فقہ کا تقابلی مطالعہ کرتے ہیں' اسی طرح ان کتابوں کے ذریعہ ہم مختلف مکاتب کے اُصول سے آگاہ نہیں ہو پاتے' اسی طرح وہ ادلہ شرعیہ جن کے دوسرے فقہاء قائل ہیں؛ لیکن احناف ان کے قائل نہیں؛ یا قائل ہیں تو بعض شروط وقیود کے ساتھ' ان پر نگاہ نہیں ہو پاتی' خاص کر وہ مصادر جن سے جدید مسائل کا حل متعلق ہے' جیسے مصالح مرسلہ' عرف وعادت' فتح ذریعہ اور سد ذریعہ' اسی طرح اجتہاد اور

تقلید و تلفیق کے اُصول، مجتہد کے اوصاف، اجتہاد کے مختلف مراحل، تحقیق مناط، تنقیح مناط اور تخریج مناط وغیرہ جیسے اہم موضوعات ان کتابوں میں زیر بحث نہیں آئے، یہاں تک کہ بہت سے طلبہ وہ ہیں، جن کے کان ان عنوانات تک سے آشنا نہیں ہوتے، اسی طرح شریعت کے عمومی مقاصد اور احکام شرعیہ کے مدارج سے واقف ہونا نہایت ضروری ہے، تاکہ نئے پیش آمدہ مسائل کے بارے میں رائے قائم کرتے ہوئے ان کو ملحوظ رکھا جائے، ان کتابوں سے ان مضامین کی تکمیل نہیں ہوتی۔

اس پس منظر میں نصابی نقطۂ نظر سے دو باتوں کی شدید ضرورت محسوس ہوتی ہے، اول یہ کہ اُصول الشاشی سے پہلے فن کی اصطلاحات ومبادی پر مشتمل ایک مختصر کتاب جو ایک سہ ماہی میں مکمل ہو جائے، پڑھا دی جائے، جس میں اصطلاحات کی تعریف، مثال، اور ضروری قواعد آجائیں، خواہ یہ کتاب عربی میں ہو، یا طلبہ کی مادری زبان میں، اسی نقطۂ نظر سے راقم الحروف نے ''آسان اُصول فقہ'' کے نام سے ایک مختصر رسالہ (تقریباً ۸۰/صفحات پر) مرتب کیا ہے، جو شائع ہو چکا ہے، اور اسی قبیل کا ایک کام محب گرامی مولانا عبید اللہ اسعدی کی ''تسہیل اُصول الفقہ'' بھی ہے، یہ یا اس طرح کی کوئی کتاب شروع میں پڑھا دینا طلبہ کے ذہن کو مانوس کرانے اور انہیں اُصول فقہ کے مضامین سے قریب کرنے میں بہت ہی معاون ثابت ہوگا۔

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ منتہی جماعت کے نصاب میں کوئی ایسی کتاب بھی شامل کی جائے جو طریق الحنفیہ اور طریق الشافعیہ دونوں کو جامع ہو، اور مضمون کے اعتبار سے واضح ہو، تاکہ تمام متفق علیہ اور مختلف فیہ مسادر، اُصول فقہ کی تمام ابحاث اور اہل سنت کے تمام مکاتب فقہ کے نقطۂ نظر سے آگہی حاصل ہو سکے، .... اور وہ کتاب درج ذیل خصوصیات کی حامل ہو :

اول: اس کی ترتیب وہی ہو جو علامہ ابن ہمام وغیرہ کی ہے، یعنی حنفیہ اور شوافع کے طریق بیان اور ترتیب احکام کو جامع ہو۔

دوسرے: اُصول فقہ کے سلسلے میں مختلف دبستان فقہ کے نقطۂ نظر کو انصاف کے ساتھ پیش کیا جائے۔

تیسرے: متفق علیہ ادلۂ شرعیہ کے علاوہ مختلف فیہ ادلہ کو بھی ذکر کیا جائے اور اس بات کی وضاحت کی جائے کہ ان ادلہ کے سلسلے میں کن نکات پر فقہاء کا اتفاق ہے اور کن نکات پر اختلاف؟

چوتھے: اُصول کے ضمن میں احکام شریعت کے مقاصد اور احکام کے مدارج پر بھی روشنی ڈالی جائے؟

پانچویں: جو اُصول ذکر کیے جائیں ان کی چند روایتی مثالوں ہی کے ذکر کرنے پر اکتفاء نہیں کیا جائے، بلکہ نئی مثالیں بھی درج کی جائیں، بحمد اللہ ماضی قریب میں مختلف عرب علماء نے ان امور کی رعایت کرتے ہوئے اس موضوع پر قلم اُٹھایا ہے، لیکن میرے خیال میں ان کتب میں نصابی اعتبار سے شیخ ابوزہرہ اور شیخ خلاف کی کتابیں مفید ہیں، اور خوشی کی بات ہے کہ بعض اداروں نے اس کتاب کو داخل نصاب کرنے میں پہل بھی کی ہے۔

اس کے علاوہ تکمیل اور افتاء کے درجہ کے لیے علامہ شوکانیؒ کی "ارشاد الفحول "بھی بڑی عمدہ چیز ہے' اُصول کا مکمل احاطہ' اُصولی مسائل میں فقہاء کے اختلاف کی بکمال وتمام وضاحت' سادہ اور سہل عبارت' طول نویسی سے گریز' لیکن اغلاق سے پاک' واقعہ ہے کہ یہ کتاب ماضی قریب میں اس موضوع پر لکھی گئی کتابوں میں ایک خاص درجہ وامتیاز کی مالک ہے' البتہ یہ ضرور ہے کہ مصنف ظاہری نقطۂ نظر کے حامل ہیں' اور کتاب پر اس کا اثر موجود ہے۔

قواعدِ فقہ

اُصول فقہ سے قریب تر ایک موضوع ''قواعدِ فقہ'' کا ہے' اور بعض جہتوں سے قواعد کی اہمیت اُصول سے بھی زیادہ ہے؛ کیوں کہ قواعد فقہ شریعت اسلامی کے مزاج ومذاق اور مقاصد ومصالح کو واضح کرتے ہیں' دینی مدارس کے مروجہ نصاب میں فضیلت تک کوئی کتاب نہیں پڑھائی جاتی' بلکہ جو طلبہ فضیلت کے بعد تدریب افتاء کرتے ہیں ان کو علامہ ابن نجیم مصریؒ کی " الاشباہ و النظائر " پڑھائی جاتی ہے' ضرورت اس بات کی ہے کہ یہی کتاب' یا اس کی متبادل کوئی اور کتاب جیسے مولانا عمیم الاحسان مجددی کی ''قواعد الفقہ'' یا شیخ مصطفیٰ زرقاءؒ کی "شرح القواعد الفقهية" طلبہ کو سبقاً سبقاً پڑھائی جائے اور مجلّہ " الأحكام العدلية " کے شروع میں جو ۹۹ قواعد آئے ہیں' وہ طلبہ سے زبانی یاد کرائے جائیں' پھر تدریب افتاء کے شعبہ میں اس موضوع پر کوئی کتاب پڑھاتے ہوئے' یا اس کے بغیر ان سے تخریج کا کام لیا جائے کہ وہ کتبِ فقہ سے ایسی جزئیات کا انتخاب کریں جن پر یہ فقہی قواعد منطبق ہوتے ہوں' اس سے طلبہ کے اندر اپنے عہد کے حالات پر شریعت کے مقاصد ومصالح کی تطبیق اور شریعت کے عمومی قواعد اور اُصول کو سامنے رکھ کر مسائل پر غور کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگی۔

طریقۂ تعلیم

دوسرا اہم پہلو طریقۂ تعلیم کا ہے' اُصول وقواعد کی تعلیم میں مفید طریقہ یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ تطبیقی تعلیم ہو' اور عملی طور پر اس کی مشق کرائی جائے؛ لیکن صورت حال یہ ہے کہ عام وخاص' ظاہر ومشکل' مطلق ومقید' حروف معانی وغیرہ کی مثالیں' جو ایک کتاب میں مذکور ہیں' قریب قریب وہی مثالیں دوسری کتابوں میں بھی آتی ہیں' اس کی وجہ سے طلبہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ اُصول زیادہ تر نظری ہیں' ضرورت اس بات کی ہے کہ اُصول فقہ کو تطبیقی انداز پر پڑھایا جائے' اور تطبیق کے لئے صرف اختلافی مسائل ہی کا انتخاب نہ کیا جائے؛ بلکہ قرآن مجید کی مختلف آیات اور احادیث انہیں دی جائیں اور ان سے خواہش کی جائے کہ وہ ان آیات پر ان قواعد کو منطبق کریں تاکہ جیسے نحوی وصرفی قواعد کو منطبق کرنے کی صلاحیت حاصل کرتے ہیں' یہی صلاحیت ان کے اندر اُصول فقہ اور قواعدِ فقہ کی تطبیق کے سلسلے میں بھی پیدا ہو۔ و باللہ التوفیق وھو المستعان ۔

❁......❁......❁